تحقیقی رسالہ

علینا القاء الاصول و علیکم التفریع۔ امام رضا علیہ السلام

دفع الشبہات عن الاجتہاد و التقلید

(اجتہاد اور تقلید کے بارے میں شبہات کے جوابات)

بقلم

سماحۃ فقیہ اہل بیتؑ آیۃ اللہ سید مظہر علی شیرازی دامت برکاتہ

ناشر: مؤسسہ جواد الائمہ علیہم السلام پاکستان

نام رسالہ: دفع الشبہات عن الاجتہاد و التقلید

تالیف: فقیہ اہل بیتؑ سید مظہر علی شیرازی دام ظلہ

تاریخ: ۱۴۳۴ھ ق بمطابق ۲۰۱۳

تعداد: ۱۰۰۰

ناشر: مؤسسہ جواد الائمہ علیہم السلام

رابطہ نمبر: پاکستان: 0308-4198055

0332-4602522

رابطہ نمبر: ایران: 0098-9196650627

سائٹ: www.aljawaad.com

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم ولہ الحمد

مقدمہ

اہل ایمان پر مخفی نہ رہے کہ یہ دور پُر فتن ہے گمراہی کے اسباب بڑھتے جارہے ہیں لوگوں کو دین سے دور کیا جارہا ہے۔ اگرچہ مذہب حقہ شیعہ اثنا عشریہ کے خلاف ہر دور میں زہریلا پروپیگنڈہ کیا گیا اور کیا جارہا ہے لیکن اس دور میں مذہب شیعہ کو ضعیف کرنے کے لیے دشمن کی طرف سے شدت سے مختلف حربے استعمال کیے جارہے ہیں طرح طرح کے شبہات عوام میں القاء کئے جارہے ہیں ضعیف العقیدہ یا شہرت کے طالبین اور طمع کار قسم کے لوگوں کو خریدا جارہا ہے اور یہ لوگ مسلمات مذہب کا انکار کر رہے ہیں کوئی ولایت کا انکار کر رہا ہے کوئی عزاداری امام حسین علیہ السلام پر حملے کر رہا ہے کوئی فدک کا انکار کر رہا ہے کوئی تبرّے کا انکار کر رہا ہے کوئی مشہور دعاؤں کا انکار کر رہا ہے اور کچھ لوگ اجتہاد و تقلید کا انکار کر رہے ہیں تاکہ مرجعیت یعنی شیعہ کی طاقت کو ضعیف کیا جائے۔ لذا ہر مومن کا وظیفہ شرعی یہ ہے کہ وہ دشمن کی سازشوں کے مقابلے میں بیدار رہیں اور علماء حقہ کے ساتھ رہیں۔ گمراہ کن اور مشکوک افراد اور مشکوک کتب کے مطالعہ سے اجتناب کریں۔

اجتہاد اور تقلید کے جواز اور ان کے متعلق کیئے گئے سوالات کے جوابات کو اس رسالہ میں ذکر کرہا ہوں۔ اس تحقیقی رسالہ کے مطالعہ سے قارئین کی معلومات میں اضافہ ہوگا اور سب شبہات، خدا کے فضل سے دور ہو جائیں گے۔

دعا گو ہوں کہ خداوند متعال بحق محمد وآل محمد علیہم السلام سب کو حق سمجھنے اور حق پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام

خادم مذہب

العبد سید مظہر علی شیرازی عفی عنہ

حوزہ علمیہ قم المقدسہ

۲۹ج ا، ۱۴۳۰ھ ق

خداوند متعال نے انسان کو اشرف المخلوقات خلق کیا ہے حیوانات بھی خدا کی مخلوق ہیں لیکن ان پر کوئی شرعی حکم لاگو نہیں ہے یعنی ان پر نہ کوئی شی واجب ہے اور نہ کوئی شی حرام ہے چونکہ خدا نے ان کو نعمت عقل سے محروم رکھا ہے۔

لیکن خدا نے انسان کو عقل عطا کی ہے اور اس پر وظائف شرعی مقرر فرمائے ہیں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں لوگ حضورؐ سے دینی مسائل پوچھا کرتے تھے اور عمل کرتے تھے۔

حضورؐ کے بعد ائمہ طاہرینؑ کے دور میں اہل بیت علیہم السلام سے تعلق رکھنے والے ائمہ طاہرینؑ سے اپنے مسائل پوچھا کرتے تھے[۱]۔ چونکہ ائمہ طاہرین علیہم السلام کے دور میں بنی امیہ اور بنی عباس کے ظالم حکمران رہے ہیں وہ ائمہ طاہرین علیہم السلام اور ان کے شیعوں پر ظلم کرتے تھے لذا ان کو بعض اوقات تقیہ کرنا پڑتا تھا اور بعض حالات میں وہ شدت تقیہ میں تھے۔ لذا بعض روایات ان سے تقیۃً صادر ہوئی ہیں۔

۱۔اور مشکل کے وقت عمر بن خطاب کو بھی حضرت علی علیہ السلام کی طرف مجبوری کی وجہ سے رجوع کرنا پڑتا تھا لذا بار بار کہا: لولا علی لھلك عمر، اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا، کما فی کفایۃ الطالب وغیرہ، اے کاش کہ سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کے مطابق سب مسائل میں لوگ اہل بیتؑ کی طرف رجوع کرتے۔

نیز بعض لوگوں نے بعض روایات کو عمداً، کذباً، معصومین علیہم السلام کی طرف منسوب کر دیا تھا اور دور دراز رہنے والے مومنین کے لیے ہر وقت دینی مسائل کے لیے مدینہ منورہ میں امام معصوم کے پاس جانا ممکن نہیں تھا۔ یہ جو عام طور پر سوال کیا جاتا ہے کہ فقہاء کے درمیان بعض فتاویٰ میں اختلاف کیوں ہے اس کی ایک وجہ روایات کا اختلاف ہے۔ چونکہ بعض مسائل میں روایات مختلف نقل ہوئی ہیں لذا بعض کی نظر میں مثلاً یہ روایت معتبر ہے اور بعض کی نگاہ میں قرائن و شواہد کے ساتھ دوسری روایت معتبر ہے۔ لذا نتیجۃً فتوی بھی مختلف ہوگا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اختلافی روایات کے حل کا طریقہ سمجھایا ہے جیسا کہ مقبولہ عمر بن حنظلہ کی تفصیلی روایت جو کہ قضاء کے مربوط ہے سے معلوم ہے جس کا خلاصہ یہ ہے راوی کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دو شخصوں کے بارے میں سوال کیا جو کہ قرضہ یا میراث کے بارے میں جھگڑا رکھتے تھے اور انہوں نے اپنے وقت کے حاکم یا قاضی کی طرف رجوع کیا تھا کیا ان کے لیے ان کے فیصلہ پر وہ مال حلال تھا؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا جو بھی کسی حاکم (جو کہ خدا اور رسول کی طرف سے نہ ہو) کی طرف رجوع کرے خواہ وہ مدعی حق پر ہو یا نہ ہو، اس نے طاغوت کی طرف رجوع کیا ہے لذا وہ مال حرام ہوگا۔

راوی، عمر بن حنظلہ کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا پس یہ دونوں کیا کریں؟ فرمایا: جو تم میں (یعنی شیعوں میں) جس نے ہماری حدیث کو روایت کیا ہو اور ہمارے حلال اور حرام کو جانتا ہو اور ہمارے احکام کو پہچانتا ہو (یعنی مجتہد اور فقیہ ہو) پس اس کے حکم پر راضی ہو جائیں۔ میں نے ایسے (عالم فقیہ) کو تم پر حاکم قرار دے دیا ہے۔ جب وہ ہمارے حکم کے مطابق حکم کرے اور وہ اسے قبول نہ کرے اس نے حکم خدا کو خفیف سمجھا ہے اور اس نے ہمارے حکم کو ردّ کر دیا ہے اور ہمارے حکم کو ردّ کرنے والا خدا کے حکم کو ردّ کرنے والا ہے اور یہ چیز خدا کے ساتھ شرک کرنے کی حدّ پر ہے۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا: ہر ایک نے ہمارے اصحاب سے ایک شخص کو چن لیا ہو اور وہ جھگڑا کرنے والے ان کے حق میں راضی ہوں کہ وہ فیصلہ کریں پس دونوں عالم حکم کرنے میں اختلاف کریں اور آپ کی حدیثوں کے بارے میں اختلاف رکھتے ہوں، تو کیا کیا جائے؟ فرمایا: ان میں حکم اسی کا ہے جو اعدل، افقہ، اور حدیث میں اصدق (سب سے زیادہ سچا) ہے اور جو ان میں اورع ہے اس کا حکم، حکم ہے اور دوسرے کے حکم کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا دونوں (راوی) عالم عادل اور ہمارے اصحاب کے درمیان مورد رضایت ہیں۔ ان میں کوئی دوسرے پر برتری نہیں رکھتا، (تو پھر کیا کریں) تو فرمایا: پھر دیکھا جائے کہ ان کی جو روایات ہم

سے نقل ہوئی ہیں اور جس کے مطابق انہوں نے حکم کیا ہے وہ روایت جو تیرے اصحاب کے درمیان اجماعی اور اتفاقی ہے ان کے حکم میں سے اس کو لے لیا جائے اور شاذ جو کہ تیرے اصحاب کے نزدیک مشہور نہیں ہے اس کو ترک کردیا جائے چونکہ اجماعی اور اتفاقی روایت میں ریب نہیں ہے چونکہ امور تین طرح کے ہیں ایسے مسائل جن کا رشد (درستگی) معلوم ہے ان کی اتباع کی جائے۔ اور ایسے مسائل جن کا غیّ (ناحق اور گمراہی ہونا) ہونا معلوم ہے ان سے اجتناب کیا جائے اور بعض امور مشکل ہیں ان کے حکم کو خدااور رسول کی طرف پلٹا دیا جائے۔ رسول خداؐ نے فرمایا واضح حلال اور واضح حرام موجود ہیں اور ان کے درمیان شبہات بھی ہیں جس نے محرمات سے شبہات کو ترک کیا وہ نجات پاگیا اور جس نے شبہات کو لیا وہ محرمات میں واقع ہوجائے گا اور ندانستہ طور پر ہلاک ہوجائے گا۔

راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا اگر دونوں خبریں آپ سے مشہور ہوں جن کو آپ سے ثقات نے روایت کیا ہو تو پھر کیا کیا جائے؟ فرمایا: دیکھا جائے کہ جس کا حکم قرآن اور سنت کے موافق ہے۔ اور عامہ کے مخالف ہے اس کو لے لیا جائے گا اور جو روایت قرآن و سنت کے مخالف اور عامہ کے موافق ہو اس کو چھوڑ دیا جائے گا۔

راوی عرض کرتا ہے میں آپ پر قربان ہو جاؤں، کیا فرماتے ہیں اگر دو فقیہوں نے حکم کو قرآن و سنت سے پہچانا ہو اور ہم ان دو روایتوں سے ایک رویات کو عامہ کے موافق پاتے ہیں اور ایک روایت کو مخالف پاتے ہیں ان دو روایتوں میں سے کس کو لیا جائے (یعنی کس پر عمل کیا جائے) تو فرمایا: جو عامہ کے مخالف ہو اس میں رشاد پایا جاتا ہے تو میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان ہو جاؤں اگر دونوں خبریں (روایتیں) ان کے موافق ہوں تو پھر کیا کیا جائے؟ فرمایا: دیکھا جائے کہ ان کے حکّام اور قضاۃ کس روایت کی طرف زیادہ میل رکھتے ہیں اس کو ترک کر دیا جائے اور دوسری روایت کو لے لیا جائے۔ میں نے عرض کیا اگر ان کے سب حکام دونوں روایتوں پر موافق اور ان پر عمل کرتے ہوں تو پھر؟ فرمایا: اگر ایسی صورت پیش آ جائے تو صبر کرنا یہاں تک کہ اپنے امامؑ سے ملاقات کرنا۔ چونکہ شبہات کے وقت ٹھہر جانا، یہ ہلکات کے اندر کود جانے سے بہتر ہے۔ [1]

اس حدیث سے کئی مطالب کا استفادہ ہوتا ہے وہ یہ کہ ممکن ہے کہ ائمہ طاہرینؑ سے راویوں نے مختلف روایات نقل کی ہوں۔ اگرچہ بحسب واقع سب ائمہؑ کا فرمان ایک ہی فرمان ہے اور ان کے قول میں تضاد نہیں ہوتا۔ لیکن تقیہ کی وجہ سے ممکن ہے مصلحۃ، بھی احکام صادر فرماتے ہوں، جیسا کہ روایات سے ظاہر ہے۔

۱۔ وسائل الشیعہ، ج۱۸، ص ۷۵۔۹۹، ابواب صفات القاضی، باب ۹، ح۱، و باب ۱۱، ح۱ و کتب دیگر۔

چنانچہ ممکن ہے کہ ایک ہی امام سے بھی تقیہ کی وجہ سے مختلف روایات حکایت کی گئی ہوں۔ کما فی بعض الروایات (۱)

اس حدیث سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ امام علیہ السلام نے مختلف احادیث پر عمل کرنے کا طریقہ سمجھایا ہے کہ جب دو حدیثیں مختلف آپ کے پاس پہنچیں توآپ نے کس پر عمل کرنا ہےاور کیسے اجتہاد کرنا ہے۔

راوی دو طرح کے تھے۔

نیز امام علیہ السلام کے شاگرد جو کہ راوی حدیث ہوتے تھے ان کی دو قسمیں ہیں ممکن ہے بعض صرف راوی بما ہو راوی ہو حدیث کو سنا اور وہی الفاظ دوسروں کے سامنے نقل کر دیئے۔ اور بعض راوی ان احادیث سے استنباط کرنا بھی جانتے تھے اور فقیہ تھے جیسا کہ اس روایت میں فقیہان کا لفظ آیا ہے، أرأیت ان کان الفقیهان عرفا حکمه من الکتاب و السنة فوجدنا أحد الخبرین موافقا للعامه و الآخر مخالفا بأی الخبرین یؤخذ؟

امام صادقؑ کا ابان بن تغلب کو فتوی دینے حکم دینا۔

تو معلوم ہوا کہ امام صادق علیہ السلام کے شاگردوں میں فقہاء بھی تھے جو کہ فتوی بھی دیتے تھے بلکہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے بعض کو مسجد میں بیٹھ کر فتوی دینے کا حکم دیا تھا۔ جیسا کہ ابان بن تغلب صحابی کو فرمایا: اجلس فی مسجد المدینة و أفت الناس فانی أحب أن یری فی شیعتی مثلك۔

۱۔ مخفی نہ رہے کہ خوف میں تقیہ کا جواز قران و سنت سے ثابت ہے بیشتر معلومات کے لیے ہماری تحقیقی کتاب صراط النجاۃ کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

مدینہ کی مسجد میں بیٹھ اور لوگوں کو فتوی دیا کرو میں چاہتا ہوں کہ میرے شیعوں میں تجھ جیسے دیکھے جائیں۔ یعنی لوگوں کو پتہ چلے کہ یہ فقیہ، امام جعفر صادقؑ کا شاگرد ہے۔ یعنی امام صادقؑ کی شاگردی میں اسے یہ منزلت ملی ہے۔ مخفی نہ رہے کہ ابان بن تغلب تیس ہزار حدیث کا راوی ہے۔

عبد اللہ بن یعفور نے جب امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ میں ہر وقت آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا تو مومنین میرے پاس آتے ہیں اور مجھ سے سوال کرتے ہیں میرے پاس اس کا جواب نہیں ہوتا تو میں کیا کروں؟ تو فرمایا: تجھے ثقفی سے کیا مانع ہے یعنی محمد بن مسلم سے پوچھ لیا کرو، فما یمنعك عن الثقفی، یعنی محمداً بن مسلم۔[1]

شعیب عقرقوفی نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: بسا اوقات اپنے مسائل درپیش آتے ہیں کس سے ان کو پوچھیں؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا: علیك بالاسدی یعنی ابا بصیر[2]، اسدی یعنی ابو بصیر کی طرف رجوع کر اور اس سے اپنے دینی مسائل پوچھا کر۔

ابو بصیر کی طرف رجوع کرنے کا حکم دینا۔

نوٹ: مخفی نہ رہے کہ غیر عالم کا، عالم کی طرف رجوع کرنا اور اس کے قول پر عمل کرنے کا نام ہی تو تقلید ہے۔

ا۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۸، ابواب صفات القاضی، باب ۱۱، ح ۲۳، ص ۱۰۵۔
۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۸، ابواب صفات القاضی، باب ۱۱، ح ۱۵، ص ۱۰۳۔

زکریا بن آدم کی تعریف اور انکی طرف رجوع کرنے کا حکم دینا۔

علی بن مسیب ہمدانی نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا وطن دور ہے میں ہر وقت آپ کی خدمت میں نہیں پہنچ سکتا میں اپنے دینی مسائل کو کس سے لوں؟ تو فرمایا: زکریا بن آدم قمی، دین و دنیا پر امین ہے۔ علی بن مسیب کہتا ہے جب میں واپس پلٹا تو اپنی حاجت کے مسائل کو زکریا بن آدم سے پوچھا۔[۱]

عبد العزیز بن مہتدی اور حسن بن علی بن یقطین نے امام رضاؑ کی خدمت میں عرض کیا میں اپنے دینی مسائل جو مجھے درپیش آتے ہیں میں آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ کیا یونس بن عبد الرحمٰن ثقہ ہے میں اس سے اپنے دینی مسائل جن کی مجھے احتیاج ہوتی ہے کو اس سے اخذ کرلوں (یعنی ان سے دینی مسائل پوچھ لیا کروں؟) فرمایا: ہاں۔[۲]

فتوی دینے کا حکم دینا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے معاذ بن مسلم نحوی کو فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تو جامع میں بیٹھتا ہے اور لوگوں کو فتوے دیتا ہے؟ راوی نے عرض کیا: جی ہاں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اصنع کذا، ایسے ہی کیا کر۔[۳]

۱۔ وسائل الشیعہ، ج۱۸، ابواب صفات قاضی، باب ۱۱، ح ۲۷، ص ۱۰۶۔

۲۔ وسائل الشیعہ، ج۱۸، ابواب صفات قاضی، باب ۱۱، ح ۳۳، ۳۴، ۳۵، ص ۱۰۷۔

۳۔ رجال کشی، ص ۲۵۳؛ وسائل الشیعہ، ج۱۸، ح ۳۶، ص ۱۰۸۔

امام صادق علیہ السلام نے ایک حدیث میں فرمایا: اگر زرارہ، ابو بصیر، لیث مرادی، محمد بن مسلم اور برید عجلی یہ لوگ نہ ہوتے تو کوئی استنباط نہ کر سکتا۔ یہ دین کے حافظ اور میرے باپ کے حلال اور حرام پر امین ہیں۔ [1]

احمد بن اسحاق نے ابوالحسن علیہ السلام اور ابو محمدؑ کی خدمت میں عرض کیا میں اپنے دینی مسائل کو کس سے لوں کس کے قول کو قبول کروں؟ فرمایا عَمری اور اس کا بیٹا یہ دونوں ثقہ ہیں جو کچھ تجھ کو مجھ سے بتائیں انہوں نے مجھ سے ہی پہنچایا ہے جو کچھ وہ مجھ سے کہیں پس مجھ سے ہی انہوں نے کہا ہے ان دونوں کے قول کو سن اور ان کی اطاعت کر یہ دونوں ثقہ اور امین ہیں [2]۔ پس معلوم ہوا کہ ان علماء کا قول امام علیہ السلام کا قول ہے اور ان کی اطاعت ضروری ہے۔

رواۃ (فقہاء) کا قول، امام علیہ السلام کا قول ہے

اسحاق بن یعقوب نے محمد بن عثمان عمری کے ذریعہ امام زمانؑ سے اپنے مشکل دینی سؤالات پوچھے تو امام زمانؑ کے خط مبارک سے جو توقیع وارد ہوئی اس میں (جوابات بھی دیئے گئے تھے) امام نے فرمایا: وأما الحوادث الواقعه فارجعوا فیها الی رواة حدیثنا فانهم حجتی علیکم و أنا حجة الله؛

رواۃ (فقہاء) کی طرف رجوع کرنے کا حکم دینا۔

۱۔ وسائل الشیعہ، ج۱۸، ح۲۱، ص ۱۰۴۔

۲۔ وسائل الشیعہ، ج۱۸، ابواب صفات القاضی، باب ۱۱، ح ۴، ص ۱۰۰۔

رونما ہونے والے حوادث میں ہمارے احادیث کے رواۃ (فقہاء) کی طرف رجوع کرو کیونکہ یہ تم پر حجت ہیں اور میں حجت اللہ ہوں۔[۱]

سندی مناقشہ مقام میں درست نہیں کیونکہ یہ مجموعی طور پر مقام میں کفایت کرتی ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ اصل اجتہاد بھی صحیح ہے اور ائمہ طاہرین علیہم السلام نے استنباط کرنے کا طریقہ بھی بتایا ہے جیسا کہ عبد الاعلی مولی سالم نے امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا میں گرا ہوں اور میرا ناخن ٹوٹ گیا ہے میں نے اپنی انگلی پر پٹی باندھی ہے پس میں کیسے وضو کروں؟

استنباط کا طریقہ بتانا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یعرف ھذا و أشباھه من کتاب اللہ عزوجل قال اللہ تعالی (ما جَعَلَ عَلَيكُم فى الدِّينِ مِن حَرَج) امسح علیه۔ اس مسئلہ میں اور اس کے مانند مسائل کو قرآن سے پہچانا اور سمجھا جاسکتا ہے خدا نے فرمایا ہے کہ اس نے دین میں تم پر حرج اور سختی کو قرار نہیں دیا (پس) اس پٹی کے اوپر مسح کر[۲]، یعنی جتنی مقدار پر پٹی ہے اسی کے اوپر اپنا گیلا ہاتھ پھیر پھیر لے، یہ روایت حسنہ ہے۔ اور امامؑ نے اصول بھی تعلیم فرمائے ہیں چنانچہ امام رضاؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: علینا القاء الاصول و علیکم التفریع؛ ہم پر ہے کہ تمہیں اصول و (قواعد) بتائیں اور اس سے

۱۔ حوالا بالا، ح۹، ص۱۰۱۔

۲۔ تہذیب الاحکام، ج۱، ص۳۸۶، ح۱۰۹۷۔

تفریح کرنا یہ تمہارا کام ہے۔ چنانچہ جعفر صادق علیہ السلام سے بھی یہی مطلب منقول ہے۔[۱]

پس معلوم ہوا کہ معصومین علیہم السلام نے استنباط کا طریقہ بھی اپنے شاگردوں کو سمجھایا ہے اور ان کی مدح فرمائی اور ان کو فتوی دینے کا حکم بھی فرمایا ہے اور ان علماء و فقہاء کا قول، گویا امام علیہ السلام کا قول ہے چونکہ فقہاء اپنی طرف سے کوئی فتوی نہیں دیتے قرآن اور معصومینؑ کے فرامین سے فتوی دیتے ہیں۔[۲]

مذہب شیعہ میں قیاس حرام ہے کوئی شیعہ فقیہ قیاس سے کام نہیں لیتا۔ دینی وظائف میں معصومین علیہم السلام نے رواۃ یعنی علماء و فقہاء کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے اور ان کی اطاعت کو ضروری قرار دیا ہے۔

مخفی نہ رہے کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام کے زمانے میں اجتہاد کرنا آسان تھا چونکہ رواۃ خود اہل لسان (عرب زبان) تھے اور راوی غالباً ایک دوسرے کو پہچانتے تھے لیکن اس دور میں چونکہ ہم میں اور ائمہ طاہرین علیہم السلام میں زمان کے حوالے سے فاصلہ زیادہ ہو چکا ہے امام حسن عسکری علیہ السلام کی

۱۔ وسائل الشیعہ، ج۱۸، ابواب صفات قاضی، باب۶، ح ۵۲، ص ۱۴۱۔

۲۔ اور اگر مسئلہ میں حکم شرعی میں شک ہو آیت یا روایت یا اجماع نہ ہو تو اصل براءۃ جاری ہو گی جس کی دلیل حدیث رفع ہے اور شیعہ کے نزدیک ہر اجماع حجت نہیں ہے وہ اجماع حجت ہے جو کاشف قول معصوم ہو۔

شہادت ٢٦٠ھ میں ہوئی پھر غیبت صغری[1] کے بعد غیبت کبری کا دور شروع ہو چکا ہے۔ امام زمانہ علیہ السلام پردہ غیب میں ہیں اور مشیت خدا کے ساتھ ظہور فرمائیں گے۔

فتاوی کے اختلاف کی وجوہات

لذا اس دور میں اجتہاد مشکل سے مشکل تر ہوتا جا رہا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ سب راویوں کے حالات ہم تک نہیں پہنچے دوسری وجہ لغات کا اختلاف ہے تیسری وجہ خود لغت میں ایک لفظ کے ممکن ہے کئی معانی ہوں۔

چوتھی وجہ اس دور میں جدید سے جدید موضوعات در پیش ہیں اور جدید مسائل سامنے آ رہے ہیں چونکہ ترقی کا زمانہ ہے۔ اور ہمارے مجتہدین کا عمدہ استنباط قرآن اور حدیث (فرامین معصومین علیہم السلام) سے ہوتا ہے اور قیاس ہمارے مذہب میں حرام ہے، اور بعض احادیث آپس میں متعارض ہیں جن کی وجہ سے فتوی میں بھی اختلاف بدیہی امر ہے۔ روایات کی صحت و سقم کی تشخیص کے لیے علم رجال اور حدیث کے لیے قواعد و اصول کی ضرورت ایک واضح امر ہے تاکہ معلوم ہوسکے کہ اس روایت کا راوی کون ہے۔ شیعہ عادل تھا یا صرف شیعہ تھا، یا غیر شیعہ تھا۔ اس کی توثیق کتب میں آئی ہے یا کہ نہیں آئی روایت کی سند میں سب راویوں کا ذکر آیا ہے یا

علم حدیث کے قواعد کی ضرورت

١۔ غیبت صغریٰ میں امام زمانہؑ کے چار نائب خاص تھے اور وہ صاحب کرامت بھی تھے جن کے ذریعہ سے لوگ امامؑ سے اپنے سوالوں کے جواب دریافت کرتے تھے۔ بعبارت دیگر وہ لوگوں اور امام علیہ السلام کے درمیان خط و کتابت کا واسطہ تھے۔

بعض راویوں کا ذکر نہیں آیا تو اس جہت سے حدیث کے مراتب میں فرق پڑتا ہے۔ لذا سنی و شیعہ علماء و محدثین کو علم حدیث اور علم رجال کی ضرورت ہوئی اور اس علم کے ماہرین نے قواعد اور اصول ذکر فرمائے ہیں تاکہ معلوم ہوسکے کہ یہ حدیث صحیح ہے یا حسن ہے یا ضعیف ہے یا مرسل ہے۔ فتوی میں اختلاف کی ایک وجہ یہ ہے کہ ممکن ہے فلاں راوی اس مجتہد کے نزدیک ثقہ ہو اور دوسرے مجتہد کے نزدیک بعض قرائن کی وجہ سے ثقہ نہ ہو جس کے نتیجے میں فتوی میں اختلاف آجائے گا لیکن یہ اختلاف مکلفین کے لیے ضرر رساں نہیں ہے چونکہ جس نے جس جامع الشرائط مجتہد کی طرف رجوع کیا اس کا فتوی اس شخص کے حق حجت ہے۔ غیبت کبری کے زمانے میں دینی مسائل کے سلسلے میں مومنین کا وظیفہ جامع الشرائط فقہاء کی طرف رجوع کرنا ہے۔ چونکہ امام معصومؑ سے منقول ہے: من کان من الفقهاء صائناً لنفسه وحافظاً لدينه و مخالفاً لهواه فللعوام ان يقلدوه۔

کہ جو شخص فقہاء سے اپنے نفس کو بچانے والا اور اپنے دین کی حفاظت کرنے والا اور ہوائے نفس کی مخالفت کرنے والا ہو پس عوام کو چاہیے کہ اس فقیہ کی تقلید کرلیں۔ [1]

اگر یہ روایات نہ بھی ہوتیں تو ویسے بھی ہر عاقل انسان کا عقل یہ حکم لگاتا ہے کہ ہر فنّ میں اس فنّ کے ماہرین کی طرف رجوع کیا جائے۔ اور دینی

۱۔ وسائل الشیعہ، ج۱۸، باب ۱۰ از ابواب صفات القاضی، ص ۹۵۔

مسائل کے ماہر فقہاء ہیں جن لوگوں نے اپنی زندگیاں دین کی تعلیم اور مطالعہ میں صرف کی ہیں۔ اور خصوصاً غیبت کبری کے زمانے میں یہ دین کے حافظ ہیں مرجعیت، شیعہ کی مرکزیت ہے۔ اس دور میں اجتہاد کے خلاف پروپیگنڈہ، دشمن کی سازش اور مذہب شیعہ کو ضعیف کرنے کی ناکام کوشش ہے۔ اگر اجتہاد و تقلید کا انکار کردیا جائے تو پھر اس دور میں جو جدید مسائل درپیش ہیں ان مسائل مستحدثہ کا جواب کون دے گا؟ مخفی نہ رہے کہ مختلف افراد کو استعمار نے خرید رکھا ہے جو کہ مسلّمات مذہب شیعہ کا انکار کر رہے ہیں اور شیعوں کے اندر عقیدتی اختلافات ایجاد کرکے مذہب شیعہ کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتے ہیں۔

مومنین کا وظیفہ

سب مومنین و مومنات کا وظیفہ یہ ہے کہ دشمنی کی ہر سازش کے مقابلے میں بیدار رہیں آپس میں متفق و متحد رہیں اپنے اپنے وظیفہ شرعی کی نسبت صحیح العقیدہ اور باعمل علماء و فقہاء کی طرف رجوع کریں۔ بد عقیدہ اور مشکوک افراد سے اجتناب کریں۔ تقلید کے حوالے سے صرف جامع الشرائط فقہاء کی طرف رجوع کریں چونکہ اس دور میں بعض نااہلوں نے بھی اجتہاد کے دعوے کردیے ہیں۔ مستند علماء کی کتب کا مطالعہ کریں۔

اور جو لوگ مذہب شیعہ کو ضعیف کرنا چاہتے ہیں یا کر رہے ہیں ان سے دوری اختیار کریں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی کرتے رہیں اور محمد

وآل محمد علیہم السلام کی ولایت پر ثابت قدم رہیں اور ان کی نورانی تعلیمات پر عمل کرکے دنیاوآخرت کی سعادت پر فائز ہو جائیں۔

خدایا! بحق محمد وآل محمد علیہم السلام ہم سب کو محمد وآل محمد علیہم السلام کی ولایت پر ثابت قدم رکھنا اور عزاداری امام حسین علیہ السلام کو معرفت اور اخلاص کے ساتھ ہمیشہ اقامہ کرنے کی توفیق عطا فرمانا۔ خدایا! سب مومنین و مومنات کی شرعی حاجات کو پورا فرما اور مشکلات کو آسان فرما اور اہل ایمان کی حفاظت فرما اور امام زمانہؑ کا ظہور جلد فرما اور ہم سب کو امام علیہ السلام کے اعوان و انصار میں سے قرار دے۔ بحق محمد وآل محمد علیہم السلام۔

اجتہاد اور تقلید کے بارے میں
کیے گئے سوالات اور ان کے جوابات

سوال: اجتہاد پر کوئی نص دیں؟

جواب: اس سوال کا جواب رسالہ ہذا میں مفصّل دیا جاچکا ہے دقت اور انصاف سے مطالعہ فرمائیں۔

سوال: مجتہد کی تقلید کا جواز کیا ہے؟

اس سوال کا جواب رسالہ ہذا کے مطالعہ سے معلوم ہے۔ روایات سے بھی جواز تقلید ظاہر ہے اور ہر سلیم انسان کا علم بھی یہی حکم لگاتا ہے کہ ہر فنّ میں اس فن کے خبرہ اور ماہرین کی طرف رجوع کیا جائے اور دینی مسائل کے ماہرین علماء و فقہاء ہیں کسی غیر عالم کا عالم بالاحکام کی طرف رجوع کرنا اور اس کے قول کے مطابق عمل کرنے کا نام ہی تقلید ہے۔ دینی مسائل کی نسبت یا انسان خود مجتہد ہو اپنی زندگی کا قابل توجہ حصہ تعلیم علوم آل محمد علیہم السلام میں صرف کرے اور مقام اجتہاد تک فائز ہو جائے یہ کام ہر ایک کے لیے میسر نہیں ہے کہ سارے لوگ دینی مدارس میں داخل ہو جائیں تاکہ مجتہد بن سکیں اگر سارے لوگ دینی مدارس میں داخلہ لے لیں تو پھر دوسرے سب کام تعطیل ہو جائیں گے، کھیتی باڑی کون کرے گا، دکانیں کون چلائے گا، کارخانے کیسے چلیں گے، ملک کا انتظام کیسے ہوگا، وغیرہ وغیرہ؟ پس کچھ لوگ یہ ذمہ داری لیں جب مقام اجتہاد پر وہ فائز ہو جائیں تو لوگوں کا وظیفہ یہ ہے کہ ان میں جو جامع الشرائط ہے اس کی طرف دینی مسائل میں

رجوع کریں۔ یا پھر انسان احتیاط پر عمل کرے اور احتیاط پر عمل کرنا بھی کوئی آسان کام نہیں ہے لذا عوام کے لیے بہترین طریقہ تقلید ہے۔

یہ جو آج کل کچھ لوگ اجتہاد اور تقلید کے خلاف کام کر رہے ہیں اور لوگوں کو فقہاء کی تقلید سے دور کرنے کی کوشش میں ہیں اور کہتے ہیں کہ تقلید نہ کریں تقلید حرام ہے۔

فقہاء دین فرماتے ہیں فروع دین میں تقلید ضروری ہے، اب آپ کی مرضی کہ اتنے بزرگ فقہاء کی بات مان کر تقلید کرلیں یا اس مخالف تقلید کی بات مان کر اس کی تقلید کرلیں، پھر بھی تقلید سے تو نہ بچ سکے چونکہ آپ تقلید نہ کرنے میں اس شخص کے مقلد ہو گئے ہیں۔ اچھی طرح سوچیں۔

سوال: تعریف غیر معصوم مجتہد کی شان میں ایک حدیث یا ایک آیت بتائیں؟

جواب: رسالہ ہذا میں اس سوال کا جواب موجود ہے غور سے مطالعہ فرمائیں۔

سوال: اگر مجتہد قرآن و حدیث کے مطابق فتوی دیتے ہیں تو پھر مات المفتی مات الفتوی کیوں ہے؟

جواب: چونکہ مشہور کے نزدیک حیات شرط ہے اس لیے زندہ مجتہد کی تقلید کی جائے گی۔ اس مسئلہ کی تفصیل کے لیے ہماری توضیح المسائل کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

سوال: مردہ مجتہد کی تقلید کرنے میں ممانعت کیوں ہے؟

سوال: کوئی بچہ سن بلوغ پر پہنچنے کے بعد کیا مردہ اعلم دوران کی تقلید کرسکتا ہے؟

ان دونوں کا جواب اوپر والے سوال کے جواب سے معلوم ہے۔

سوال: تفسیر بالرائے کا جواز کیا ہے؟

جواب: تفسیر بالرائے جائز نہیں ہے اور کوئی ملتفت شیعہ عالم تفسیر بالرای نہیں کرتا۔

سوال: تشخص (تعین) نائب امام کا طریقہ اور اس کا جواز کیا ہے؟

جواب: سب جامع الشرائط فقہاء نواب عامہ، امام زمان علیہاالسلام ہیں، اور جامع الشرائط فقیہ (مجتہد) کی تشخیص اگر خود اہل خبرہ سے ہو تو خود اپنے علم سے جان سکتا ہے ورنہ اہل خبرہ سے بیّنہ شرعیہ کی تصدیق سے بھی اس کا اجتہاد ثابت ہو جائے گا۔ اور جواز اجتہاد اور علماء کی طرف رجوع کرنے کے جواز پر بحث رسالہ ہذا میں کی جاچکی ہے۔ لذا یہاں دوبارہ تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

سوال: مجتہدین قرآن و حدیث سے فتوی دیتے ہیں تو ایک ہی مسئلہ میں اختلاف کا سبب کیا ہے؟

جواب: اس سوال کا جواب رسالہ ہذا میں مفصل دیا جاچکا ہے لیکن عوام میں چونکہ یہ سوال کثرت سے کیا جاتا ہے لذا اختلاف مسئلہ کی بعض وجوہات کی طرف پھر اشارہ کر رہا ہوں، اختلاف کی عمدہ بعض وجوہات درج ذیل ہیں:

۱. بعض روایات کا اختلاف

۲. رواۃ، (راویوں) کے بارے میں اختلاف ممکن ہے فلاں راوی اس عالم کے نزدیک معتبر اور ثقہ ہو اور دوسرے عالم کے نزدیک وہی راوی بعض قرائن و شواہد کی وجہ سے ثقہ نہ ہو۔

۳. لغات کا اختلاف وغیرہ۔

سوال: اصطلاحات حدیث کس امامؑ نے بنائے ہیں جیسے حسن، قوی، مرسل، ضعیف وغیرہ؟

جواب: معلوم ہوتا ہے سوال کرنے والے نے کسی دینی درس کا دروازہ بھی نہیں دیکھا جہالت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ حدیث قول معصوم، فعل معصوم اور تقریر معصوم کا نام ہے۔ محل بحث قول معصومؑ ہے۔

یہ قول معصومؑ (حدیث) جو راویوں کے ذریعہ سے ہم تک پہنچا ہے ہم نے دیکھنا ہے کہ اس حدیث کی سند کیسی ہے آیا اس کا راوی شیعہ عادل ہے یا شیعہ ممدوح ہے یا اس کا راوی ضعیف ہے یا اس کا راوی ثقہ ہے تاکہ سمجھ سکیں کہ یہ حدیث صحیح ہے یا حسن ہے یا موثق و قوی ہے یا ضعیف ہے آیا روایت کی سند میں راوی مذکور ہیں یا درمیان میں کچھ راویوں کا ذکر نہیں

ہے نتیجتاً یہ روایت مرسلہ ہو جائے گی۔ حدیث کے ثبوت کے لیے راویوں کی تحقیق کی ضرورت ہمیں ہے، نہ کہ امام علیہ السلام کو امام علیہ السلام تو جانتے ہیں کہ اس فرمان کو انہوں نے فرمایا ہے یا نہیں فرمایا ہمیں علم نہیں ہے کہ یہ فرمان امام علیہ السلام سے صادر ہوا ہے یا کہ نہیں ان رواۃ (راویوں) کے ذریعہ سے فرمان کا ثبوت یا عدم ثبوت ہمارے لیے مشخص ہو گا۔ اگر سب راوی معتبر ہیں تو فرمان ثابت ہو جائے گا کہ امام علیہ السلام نے مسئلہ یوں فرمایا ہے اگر مثلاً راوی جھوٹے ہوں تو معلوم ہو جائے گا کہ امام علیہ السلام کا یہ فرمان نہیں ہے چونکہ جھوٹے راوی کی بات پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے یا راوی مثلاً غیر شیعہ ہے لیکن اسے جھوٹ بولنے کی عادت نہیں تو اس سے معلوم ہو جائے گا یہ روایت کس درجہ کی ہے۔

پس اصطلاحات کی ضرورت ہمیں ہے نہ کہ امام علیہ السلام کو، امامؑ تو خود امام ہیں۔

سوال: عقل غیر معصومؑ کے حجت ہونے پر کوئی دلیل ہے؟

جواب: ایک طولانی حدیث میں امام کاظمؑ نے فرمایا: اے ہشام خدا کے لیے لوگوں پر دو حجتیں ہیں ایک حجت ظاہری اور دوسری حجت باطنی؛ حجت ظاہری رسل، انبیاء اور ائمہ علیہم السلام ہیں اور باطنی حجت عقول (عقلیں) ہیں۔ یا هشام ان لله على الناس حجتين حجة ظاهرة و حجة

باطنة فامّا الظاهرة فالرسل و الانبیاء و الائمه علیهم السلام و أمّا الباطنة فالعقول[۱]۔

پھر امام علیہ السلام فرماتے ہیں: نجات نہیں ہے مگر اطاعت کے ساتھ اور اطاعت علم کے ساتھ ہے اور علم سیکھنے کے ساتھ ہے اور تعلّم سیکھنا عقل کے ساتھ ہے اور علم نہیں ہے مگر عالم ربّانی سے ہے اور علم کی معرفت عقل کے ساتھ ہے۔[۲]

ابو ہاشم جعفری کہتا ہے کہ ہم امام رضا علیہ السلام کے پاس بیٹھے تھے ہم نے عقل اور ادب کے بارے میں گفتگو کی تو امام علیہ السلام نے فرمایا: یا اباهاشم العقل حباءٌ من الله ؛ اے ابو ہاشم عقل، خدا کی طرف سے موہبت ہے۔[۳]

رسول خدا ﷺ نے فرمایا: اگر کسی آدمی کے حسن حال کی خبر تمہیں پہنچے تو اس کے عقل کے حُسن کو دیکھو فانّما یُجازی بعقله؛ بتحقیق اس کو اس کے عقل کے مطابق اسے پاداش دی جائے گی۔[۴]

۱۔ اصول کافی، ج۱، ص ۴۸، ح ۱۲۔
۲۔ حوالہ بالا، ص ۵۰۔
۳۔ حوالہ بالا، ص ٦۴، ح ۱۸۔
۴۔ حوالہ بالا، ص ۳۸، ح۹۔

چنانچہ ایک روایت کے ذیل میں خداوند متعال نے فرشتہ کو وحی فرمائی اور فرمایا (اس عابد کو) اس کی عقل کے مطابق ثواب دوں گا۔[1]

اورامیر المؤمنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں: مرتبة الرجل بحسن عقله؛انسان کا مرتبہ اس کی عقل کی خوبی جتنا ہی ہوگا۔[2]

پھر امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: الشرف بالعقل و الادب؛ شرف عقل و ادب کے ذریعے ملتا ہے۔[3]

پھر امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں: الروح حیاة البدن و العقل حیاة الروح؛ روح جسم کی حیات اور عقل روح کی حیات ہے۔[4]

پھر امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: اذا أراد الله بعبد خیراً منحه عقلا قویا و عملا مستقیما؛ جب اللہ کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اسے عقل محکم اور بے عیب اعمال انجام دینے کی توفیق عطا کر دیتا ہے۔[5]

۱۔ حوالہ بالا، ص ۳۸، ح ۸۔
۲۔ تجلیات حکمت، ص ۳۳۰۔
۳۔ حوالہ بالا، ص ۳۳۱۔
۴۔ حوالہ بالا، ص ۳۳۲۔
۵۔ حوالہ بالا، ص ۳۳۳۔

پھر امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں: ما آمن المؤمن حتی عَقَلَ؛ مومن اسی وقت تک ایمان نہیں لاتا جب تک وہ عقل مند نہ ہوا۔[۱]

عقل ہی سے تو انسان خدا و رسول اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کی معرفت حاصل کرتا ہے اگر انسان کا عقل حجت نہ ہو تو پھر معارف کا کیا حال ہوگا۔

اگر عقل حجت نہ ہوتا تو صاحبان عقل سے مشورہ کرنے کا حکم کیا معنی رکھتا ہے؟ اگر عقل حجت نہ ہوتا تو خدا قرآن میں بار بار فاعتبروا یا اولی الابصار نہ فرماتا۔

جس شخص کو اپنے عقل کی حجیت کے بارے میں شک ہے وہ اپنے قریبی ہاسپٹل میں معاینہ کروائے۔ احکام شرعی عاقل پر لاگو ہیں مجنون پر کوئی حکم شرعی نہیں ہے۔ فافہم جیداً۔

سوال: اصولی کو اصولی کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: اجمالاً اس کا جواب خود سوال سے معلوم ہے مخفی نہ رہے سب سے پہلے علم اصول کے مسائل کو امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہم السلام نے بیان فرماتے ہیں اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگرد جناب ہشام بن حکم متوفی ۱۷۹ھ نے علم اصول میں باب الفاظ پر کتاب تالیف فرمائی تھی، پھر یونس بن عبد الرحمٰن مولی آل یقطین، جو کہ امام موسی کاظم علیہ

۱۔ حوالہ بالا، ص ۳۳۴۔

السلام کا شاگرد تھا نے اختلاف الحدیث پر کتاب تالیف فرمائی جو کہ تعارض الدلیلین والتعادل والترجیح بینھما کے بارے میں ہے۔

جناب شیخ مفید نے اصول فقہ پر کتاب تحریر فرمائی اور قدماء میں سید مرتضی علم الہدی نے علم اصول میں تفصیلی کتاب الذریعہ فی الاصول الشریعہ کے نام سے لکھی۔ اور پھر جناب شیخ طوسی مؤسس حوزہ علمیہ نجف نے علم اصول میں بہت تفصیلی اور تحقیقی کتاب عدۃ الاصول کو تحریر فرمایا اور اصول کو خود امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہم السلام نے اپنے شاگردوں کو لکھوایا ہے جن کو متاخرین نے مباحث کی ترتیب پر کتب کی شکل دی ہے جیسے اصول آل رسول۔

کتاب، الفصول المھمۃ فی اصول الائمۃ اور کتاب الاصول الاصلیۃ اور یہ اصول سب معتبر روایات میں ذکر ہوئے ہیں پھر زمانہ گذرنے کے ساتھ ساتھ اس علم میں متاخرین نے وسیع پیمانے پر تحقیقات اور تفصیلی کتب تحریر کی ہیں۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: علینا القاء الاصول و علیکم التفریع؛ اصول کاالقاء کرنا ہم پر ہے اور اس سے تفریع، فرعیں نکالنا یہ تمہارا کام ہے۔ [1]

سوال: سیرت شیخین کیا تھی جس کو حضرت علی بن ابی طالبؑ نے رد کر دیا؟

۱۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۸، ابواب صفات القاضی، باب ۶، ح ۵۲، ص ۴۱۔

جواب: ان کے ذاتی نظریات اور اعمال تھے۔

سوال: احکام غیر ضروری دین کیا ہیں؟

جواب: ضروری دین وہ ہیں جن پر سب کا اتفاق ہے۔

سوال: شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (سنی) تحفہ اثنا عشر میں رقم طراز ہیں کہ جس دلیل سے شیعوں کے نائب امام ہیں اسی دلیل سے ہمارے خلفاء نائب رسولؐ ہیں۔ اس کا جواز ہے پیش کریں؟

جواب: بناء بر صحت نقل، شاہ صاحب کا قیاس غلط ہے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک رسول خداؐ کا جانشین نصّ سے متعین ہوتا ہے اور نائب رسولؐ کے لیے عصمت شرط ہے اور اس کا پوری امت میں مطلّقا سب سے اِعلم ہونا شرط ہے۔

نیز معجزہ کے مطالبے پر، معجزہ دکھاسکے، مردہ کو باذن اللہ زندہ کرسکے، سورج کو باذن اللہ واپس پلٹاسکے اور خدا کی عطا سے ماکان ومایکون و ہو کائن کا علم رکھتا ہو چونکہ امام وارث علم انبیاء ہوتا ہے اور امام حجۃ اللہ ہوتا ہے نائب رسولؐ امام معصوم کے پاس اسم اعظم ہوتا ہے اور یہ قدرت علماء و فقہاء میں نہیں پائی جاتی امام زمان (عج) کی غیبت میں فقہاء کے پاس مصلحۃ ایک عارضی قسم کی نیابت ہے تاکہ لوگ غیبت کبری کے زمانے میں اپنے دینی مسائل کی نسبت پریشان نہ ہوں لذا منقول ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: امّا الحوادث الواقعه فارجعوا فيها الى رواة أحاديثنا فانهم حجتى عليكم و أنا حجة الله۔

أمّا جو حوادث (مسائل) پیش آئیں تو ان میں ہماری احادیث کے رواۃ (فقہاء) کی طرف رجوع کرو کیونکہ یہ تم پر حجت ہیں اور میں اللہ کی حجت ہوں۔[۱]

اس فرمان میں صراحت موجود ہے کہ امام ہی حجت اللہ ہے اور امام معصوم کی اطاعت سب لوگوں پر واجب ہے اور فقہاء حجۃ اللہ نہیں ہیں مومنین کے دینی مسائل کی نسبت امام علیہ السلام نے ان کو اپنے مکتب کے رواۃ، فقہاء کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔ لیکن امامت پھر بھی امام علیہ السلام کے پاس ہے اور رسول خداؐ کے بارہ نائب ان کی رحلت کے بعد ان کے ہمیشہ کے لیے نائب اور مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں۔

اہل سنت کے خلفاء ثلاثہ کو کب رسول خداؐ نے اپنا خلیفہ و جانشین تعین کیا ہے؟ اگر رسول خداؐ نے پہلے کو اپنا نائب اور خلیفہ بنایا تھا تو اسے رسول خداؐ کا جنازہ چھوڑ کر[۲] سقیفہ بنی ساعدہ میں جانے کی کیا ضرورت تھی؟

نائب رسولؐ امام کے پاس ہر مسئلہ کا جواب واضح موجود ہوتا ہے۔ اگر ثلاثہ رسول کے نائب اور امت کے امام ہوتے تو ثانی کو بار بار لولا علی لھلك

۱۔ اکمال الدین و اتمام النعمۃ؛ احتجاج طبرسی ۲/ ۲۲۴؛ وسائل الشیعہ، ج۱۸، ص ۱۰۱، باب ۱۱، از ابواب صفات القاضی و کتب دیگر۔

۲۔ المصنف لابن ابی شیبہ، ج۸، ص ۵۷۲۔ طبع دار الفکر بیروت۔ الفاروق شبلی نعمانی، ص ۶۳، مکتبہ اسلامیہ۔

عمر؛ اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا[1]، کہنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ نائب رسول، امام معصوم باذن اللہ معجزہ دکھا سکتا ہے چنانچہ حضرت علیؑ نے کئی مردوں کو باذن اللہ زندہ کیا ہے نائب رسول یعنی امام معصوم ڈوبتے سورج کو باذن اللہ واپس پلٹا سکتا ہے چنانچہ بابل میں حضرت علی علیہ السلام نے پلٹایا تھا۔ شاہ صاحب کیا یہ کام تمہارے ثلاثہ کر سکتے تھے؟ جواب یقینی نفی ہی ہوگا۔ پس شاہ صاحب کا مقام میں قیاس کرنا غلط محض ہے۔

سوال: النائب کالمنیب کا کلیہ صحیح ہے یا غلط؟

جواب: سوال میں اجمال پایا جاتا ہے۔ کس چیز میں نیابت کے بارے میں سوال مطلوب ہے۔ چونکہ نیابت کبھی بعض امور میں ہوتی ہے اور کبھی کلی امور میں اور بعض اوقات نائب کو سب اختیار دیئے جاتے ہیں اور بعض اوقات جزئی اختیار دیئے جاتے ہیں۔ اور کبھی احکام شرعیہ کے حوالے سے نائب بنایا جاتا ہے جیسے جو خود حج پر نہ جاسکتا ہو اور حج بھی اس پر واجب ہو چکی ہو تو اپنی طرف سے نائب بنا کر بھیج سکتا ہے۔ جب نائب حج کو صحیح طریقہ سے انجام دے دے تو گویا منوب نے انجام دے دی ہے اور حج منوب کی گردن سے ساقط ہو جائے گی۔

سوال: کیا تائید علی ولی اللہ و عزاداری حسینؑ کرنے والوں سے بائیکاٹ کرنے والا جبکہ تقیہ کا دور نہیں ہے شیعہ ہو سکتا ہے؟

۱۔ الاستیعاب، ج ۲، ص ۴۹، طبع دار الفکر، کفایۃ الطالب، ص ۲۲۷، باب ۵۹ و کتب دیگر۔

جواب: امیر المومنین علی علیہ السلام اور ان کے گیارہ معصوم بیٹوں کی ولایت کا عقیدہ رکھنا واجب ہے۔ مخفی نہ رہے کہ ولایت اسلام کی روح ہے اور عزاداری امام حسین علیہ السلام، اسلام کی بقاء کی ضمانت ہے۔ سب اہل ایمان کو چاہیے کہ عزاداری سید الشہداء امام حسین علیہ السلام میں شرکت کیا کریں اور عزاداری کو پورے خلوص اور اہتمام کے ساتھ برقرار رکھیں چونکہ عزاداری امام حسین علیہ السلام تقرب الٰہی کا موجب ہے۔

معصومین علیہم السلام کی نگاہ میں عزاداری کا بڑا مقام ہے۔ سزاوار ہے کہ مجالس عزا میں فضائل و مصائب محمد وآل محمد علیہم السلام کے ساتھ ساتھ عقائد حقہ اور محمد و آل محمد علیہم السلام کی نورانی تعلیمات کو بھی بیان کیا جائے تاکہ مومنین ان پر عمل پیرا ہو کر دنیا و آخرت کی سعادت پر فائز ہو سکیں۔

سوال: حدیث ثقلین پر عمل پیرا اور عقل و اجماع کی ردّ کرنے والا ناجی ہے یا ناری ہے؟

جواب: مخفی نہ رہے کہ ہر مسلمان کا وظیفہ یہ ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی وصیت پر حدیث ثقلین پر عمل کریں جس نے قرآن و عترت اہل بیت علیہم السلام ان دونوں کے ساتھ تمسک رکھا وہ کبھی گمراہ نہیں ہوگا۔

اگر عقل نہ ہو تو نہ قرآن کو انسان سمجھ سکتا ہے اور نہ محمد وآل محمد علیہم السلام کی معرفت حاصل کر سکتا ہے۔ ثواب اور عقاب عقل کے مطابق ہوگا کہ انسان کتنی معرفت رکھتا ہے۔

رہا اجماع، شیعہ کے نزدیک ہر اجماع حجت نہیں ہے وہ اجماع حجت ہے جو کاشف قول معصوم ہو اور غیبت کبری میں دینی مسائل میں مومنین کا وظیفہ، جامع الشرائط فقہاء کی طرف رجوع کرنا ہے تاکہ مؤمنین فقہ جعفریہ کو جان سکیں۔

سوال: جب کسی نائب امام سے سوال کیا جاتا ہے تو جواب کے اختتام پر واللہ اعلم لکھنے کا سبب کیا ہے؟

جواب: علماء اور فقہاء لوح محفوظ کا مطالعہ تو کر نہیں سکتے کہ واقع میں مسئلہ کی حقیقت کیا ہے قرآن اور معصومین علیہم السلام کے فرامین سے اور ان کے بتائے ہوئے دیگر اصولوں سے مسائل شرعیہ کا استنباط کرتے ہیں کہ ہم نے قرآن اور حدیث معصومین علیہم السلام سے یہی سمجھا ہے۔

اور حقیقت واقع کا علم خدا کے پاس ہے لذا واللہ اعلم یا واللہ العالم آخر میں لکھ دیتے ہیں یہ مذہب حقہ شیعہ کے امتیازات سے ہے ورنہ اہل سنت کے نزدیک جو فتوی ان کا مجتہد دے دے وہ کہتے ہیں حکم واقعی یہی ہے۔

سوال: کیا معصومین علیہم السلام کی تقلید جائز ہے؟

جواب: معصومین علیہم السلام کی اطاعت سب پر واجب ہے۔

مخفی نہ رہے کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام کے پاس علوم، رسول خداؐ کے ذریعے سے ہیں اور رسول خداؐ کے پاس خدا کی طرف سے ہیں۔ پس محمد و آل محمد علیہم السلام وارث علم الاولین و الاخرین ہیں ہر ہر مسئلے کا جواب معصومین علیہم السلام کے پاس ہے امام معصوم علیہ السلام کی موجودگی میں امامؑ سے مسئلہ پوچھا جائے گا اور اس پر عمل کیا جائے گا یا امام علیہ السلام کے کسی شاگرد جس نے امام علیہ السلام سے تعلیم حاصل کی ہو اور ان کے فرامین کی روشنی میں مسئلہ کو جانتا ہو سے سوال کیا جائے گا اور اس پر عمل کیا جائے گا جیسا کہ رسالہ ہذا میں تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے۔

غیبت کبری کے زمانے میں جبکہ امام زمان علیہ السلام پردہ غیب میں ہیں ائمہ طاہرین علیہم السلام کے مکتب کے علماء و فقہاء سے دینی مسائل پوچھے جائیں گے چونکہ مکتب اہل بیت علیہم السلام کے علماء و فقہاء قرآن اور محمد آل محمد علیہم السلام کے فرامین کی روشنی ہی میں فتوی دیتے ہیں اور ان کی تقلید در واقع معصومین علیہم السلام کی ہی پیروی ہے۔

جس تقلید سے منع کیا گیا ہے اس سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے مقابلے میں دکانیں کھول رکھی تھیں اور ان کو سرکاری حمایت بھی حاصل تھی اور وہ معصومین علیہم السلام کے فرامین کے مقابلے میں قیاس، استحسان اور اپنی ذاتی رائے سے فتوے دیتے تھے ایسے لوگوں کی تقلید شریعت میں ممنوع قرار دی گئی ہے۔

لیکن شیعہ علماء محمد وآل محمد علیہم السلام کے فرامین کی روشنی میں فتوے دیتے ہیں لذا کہا جاتا ہے فقہ جعفریہ[۱]۔ اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کے کلام کو علماء و فقہاء ہی بہتر سمجھتے ہیں اگر شیعہ علماء معصومین علیہم السلام کے کلام کو اپنی کتب میں نقل نہ کرتے تو ہمیں معصومین علیہم السلام کی احادیث وفرامین کا علم نہ ہوتا۔ علماء حقہ، علوم آل محمد علیہم السلام کے مروّج، اور باب ائمہ علیہم السلام ہیں۔

خلاصہ یہ کہ جو لوگ معصومین علیہم السلام کے زمانے میں موجود تھے وہ خود امام معصومؑ سے مسئلہ کا جواب لے سکتے تھے لیکن غیبت کبری کے زمانے میں مومنین، امام معصومؑ کی خدمت میں عام حالات میں جب چاہیں حاضر نہیں ہو سکتے[۲]۔ لذا وہ فقہاء سے اپنے دینی مسائل کا جواب لیتے ہیں اور ان

۱۔ مخفی نہ رہے فقہ جعفریہ، فقہ اہل بیت علیہم السلام ہے۔ فقہ ائمہ طاہرینؑ ہے یہ بارہ کی فقہ ہے جعفریہ جعفریہ کے نام سے اس لیے مشہور ہوئی ہے چونکہ نسبتاً امام جعفر صادق علیہ السلام کو اپنے والد گرامی امام محمد باقر علیہ السلام کی طرح تبلیغ دین کا کچھ زیادہ موقعہ ملا چونکہ بنی امیہ کی حکومت کا آخر تھا اور بنی عباس کی حکومت کا آغاز تھا اور وہ آپس میں جنگ میں مبتلا تھے۔ مشہور یہ ہے امام جعفر صادق علیہ السلام کے چار ہزار شاگرد تھے جنہوں نے دور دراز علاقوں میں مکتب امام صادق علیہ السلام کو پھیلایا۔

۲۔ اگرچہ اضطراری حالت میں امام علیہ السلام کی زیارت ممکن ہے اور بعض بزرگان اور صالحان کو نصیب بھی ہوئی ہے۔ پردہ غیب میں لوگ ان سے اسی طرح استفادہ کر رہے ہیں جس طرح سورج بادلوں کے پیچھے چھپ جائے۔ بہر حال امام زمان علیہ السلام ہمارے اعمال پر ناظر ہیں اور ہماری مدد بھی فرماتے ہیں ہماری مجالس میں ناشناختہ طور پر تشریف لاتے ہیں اور ہمارے لیے دعا فرماتے ہیں اور خدا کی مشیت سے جب وہ چاہے گا ظہور فرمائیں گے اور پوری دنیا کو عدل و انصاف کے ساتھ بھر

پر عمل کرتے ہیں۔ چونکہ امام علیہ السلام نے مومنین کو دینی مسائل کی نسبت اپنے رواۃ (فقہاء) کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔

اس دور میں جس مومن کو کوئی دینی مسئلہ درپیش آئے اس کا جواب بہرحال اسے فقہاء سے ہی حاصل کرنا پڑے گا۔ چونکہ انہوں نے اپنی زندگیاں علوم آل محمد علیہم السلام کی تحصیل میں صرف کی ہیں انکے پاس علم کا ایک ذخیرہ ہے اور وہ مکتب ائمہ طاہرین علیہم السلام کے مروج اور محافظ ہیں۔ اگر یہ علماء و فقہاء نہ ہوں تو اس ترقی کے دور میں دینی مسائل خصوصاً جدید سے جدید اور مشکل مسائل جو مومنین کو درپیش آرہے ہیں ان کا جواب کون دے گا؟ اگر دینی مسائل کا جواب فقہاء ہی نے دینا ہے اور مومنین نے ان کے قول پر عمل کرنا ہے تو یہ تقلید نہیں تو اور کیا ہے؟

خلاصہ یہ کہ دینی وظائف کی ادائیگی کے لیے یا تو خود انسان مجتہد ہو یا احتیاط پر عمل کرے یا کسی جامع الشرائط فقیہ کی تقلید کرے۔

دیں گے جیسا کہ شیعہ و سنی روایات میں ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے ہماری تحقیقی کتاب عقائد الشیعہ کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

آیۃ اللہ شیرازی صاحب کے مطبوعہ و غیر مطبوعہ قلمی آثار

ناشر: مؤسسہ جواد الائمہ علیہم السلام

۱. وضوء النبی (ص) — مطبوع

۲. صلاۃ النبی (ص) — مطبوع

۳. صراط النجاۃ — مطبوع

۴. اجوبۃ الأسئلۃ — مطبوع

۵. عقائد الشیعہ — مطبوع

۶. علمی رسائل — مطبوع

اعتقادی سوالوں کے جوابات

رسالہ عزاداری امام حسین علیہ السلام

فضائل صلوات

۷. فضائل الشیعہ

۸. الموضوعات

۹. قواعد الحدیث و اصطلاحاتہ — مطبوع

۱۰. کردار بنو اُمیّہ

۱۱. آداب الدعاء

۱۲. دفع الشبہات عن الامام المھدی (ع)

۱۳. دفع الشبہات عن ایمان سیدنا أبی طالب (ع) — مطبوع

۱۴. دفع الشبہات عن الاجتہاد و التقلید ـــ کتاب حاضر
۱۵. التحقیق فی آیۃ الغار
۱۶. پاسخ بہ شبہات واعتراضات بہ عزاداری امام حسینؑ (بزبان فارسی)۔ مطبوع
۱۷. حقیقت چیست؟ بضمیمہ رسالہ تحقیقی بیعت رضوان (فارسی)۔ مطبوع
۱۸. تفسیر آیہ تطہیر (فارسی) ـــ مطبوع
۱۹. مستند المناظرین (فارسی)
۲۰. پاسخ بہ یک شبہہ (فارسی) ـــ مطبوع
۲۱. رسالۃ فی صلاۃ العیدین (عربی) ـــ مطبوع
۲۲. رسالۃ فی صلاۃ الجمعہ (عربی)
۲۳. الشہادۃ الثالثۃ (عربی) ـــ مطبوع
۲۴. الحاشیۃ علی منہاج الصالحین "لسماحۃ السید الخوئیؒ" (عربی)
۲۵. اولاد المعصومین بضمیمہ رسالہ العدل ـــ مطبوع
۲۶. البیان ـــ مطبوع
۲۷. مختصر توضیح المسائل (اردو) ـــ مطبوع
۲۸. و کتب دیگر